اس طرح کے تذکروں سے ایک ضرورت تو پوری ہوتی ہے لیکن یہ ضرورت باقی ہے کہ کوئی طالب علم ان کی سیاسی اور پارلیمنٹری خدمات و کردار پر مبسوط مقالہ تحقیقی انداز سے لکھے' یا کوئی بحیثیت امیر جماعت اسلامی کراچی ان کی خدمات کا جائزہ لے۔

جن افراد نے محمود اعظم فاروقی صاحب کے ساتھ زندگی کے کچھ دن گزارے' ان کے لیے یقیناً یہ کتاب ایک یادگار تحفہ ہے۔ تحریک اسلامی نے جو افراد تیار کیے' انھیں کہاں سے کہاں پہنچایا' اس کا ایک اندازہ بھی اس کتاب سے ہوتا ہے۔ ندیم اشرف ان کے نواسے ہیں' ہم سب کے شکریے کے مستحق ہیں۔ تحریک کے جو دوسرے کتنے ہی رہنما رخصت ہو چکے ہیں' کیا ان کی خدمات کے ایسے تذکرے مرتب کرنے والا کوئی نہیں؟ (م۔ س)۔

قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کے سائنسی کارنامے' ڈاکٹر غلام قادر لون۔ ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی' نئی دہلی۔ صفحات: ۳۵۰۔ قیمت مجلد: ۱۷۰' پیپر بیک: ۱۳۰ روپے۔

مسلمانوں کے سائنسی کارنامے ایک مقبول و مرغوب موضوع ہے اور غالباً "پدرم سلطان بود" کے جذبے کے تحت' موجودہ سائنسی دور میں اپنی پس ماندگی کی تلافی کرنے کے لیے' اس پر لکھا جاتا ہے۔ لیکن بھارت سے شائع ہونے والی زیر تبصرہ تازہ کتاب' مختصر لیکن اپنے موضوع پر ایک غیر معمولی کتاب ہے۔ یہ توقع بجا ہے کہ اس سے "مسلم طلبہ میں امنگ اور حوصلہ" پیدا ہو گا۔

کتاب کا اصل حسن' اس کے عام فہم اور رواں دواں انداز بیان میں ہے۔ مستند سائنسی مفاہیم کو روز مرہ زبان میں عمدگی سے واضح کیا گیا ہے۔ صاحب کتاب نے عربی میں ایم اے اور تصوف میں پی ایچ ڈی کی ہے اور ان کی دل چسپی کے موضوعات قرآن' حدیث' تصوف' فلسفہ' تاریخ اور علم کلام ہیں۔ عربی' فارسی' اردو' انگریزی' ہندی اور کشمیری چھے زبانوں کے ذخیرے سے براہ راست استفادہ کرنے اور تحریر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے سائنسی کارناموں کا تذکرہ غیر مسلم مفکرین کی کتابوں اور حوالوں سے کیا ہے۔ کتاب کے گیارہ ابواب میں "گیارہ مختلف میدانوں میں مسلمانوں کے کارنامے بیان کیے گئے ہیں: ۱۔ تاریخ نگاری' ۲۔ جغرافیہ' ۳۔ معدنیات' ۴۔ نباتیات' ۵۔ حیوانیات' ۶۔ کیمیا' ۷۔ طبیعیات' ۸۔ فلکیات' ۹۔ ریاضیات' ۱۰۔ طب' ۱۱۔ فلسفہ۔ ضمناً یہ ذکر بھی آیا ہے کہ بہت سے ایسے امور جن کی دریافت کا سہرا مغربی سائنس دانوں کے سر باندھا جاتا ہے' وہ دریافتیں مسلمان کر چکے تھے اور یہ بتانے والے بھی دیانت دار مغربی اہل قلم ہیں۔ مصنف نے ارتقا کے حوالے سے تفصیل سے بتایا ہے کہ ڈاروِن سے بہت پہلے مسلمان مفکرین کے ہاں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ نظریہ ارتقا پر اعتراضات ہوتے ہیں کہ یہ سرے سے کوئی سائنسی نظریہ نہیں اور بے خدا تہذیب کی پیداوار ہے۔ غالباً اسی لیے حیوانیات کے باب کے آخر میں